حرا شبیر

ریسرچ اسکالر

شعبۂ اردو، جامعہ کراچی

صوبۂ سندھ میں ثانوی سطح کی اردو درسی کتابوں میں موجود صنفی امتیاز (ایک تحقیقی مطالعہ)

ABSTRACT

Gender Discrimination in secondary level Urdu textbooks in Sindh province

By Hera Shabbir, Research Scholar, Department of Urdu, University of Karachi.

Gender discrimination in secondary level Urdu textbooks in Sindh province. Gender discrimination or inequality is to prefer one gender i.e. man or woman to another one. This behavior deeply affects the life of individuals.In this article, this point is discussed from different perspectives. The war of women rights in Europe, Islamic ideology regarding the equal rights of men and women, an embarrassment in the name of women rights in Pakistan, are the topics that are discussed in great detail. Moreover, there is a bunch of examples from different walks of life which speak about the inequality of men and women in their workplace.In the end, how the female writer's rights were stolen in the light of texts books, that are used to teach in various educational institutes have been discussed. Then few suggestions and directions are given on how one can get rid of this inequality and injustice.

لفظ ''صنف'' کو اسم یا اسم ضمیر کی درجہ بندی کے طور پر مذکر یا مونث کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے یعنی مرد اور عورت جبکہ صنف کی تعریف معاشرتی طور پر تعمیر کردہ کردار اور طرزِ عمل کے طور پر کی جاتی ہے جسے ایک معاشرہ عام طور پر مرد اور عورت کے ساتھ جوڑتا ہے۔[1] صنفی تعصب سے مراد کسی ایک جنس کا پسندیدہ ہونا ہے۔ صنفی تعصب مختلف طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کسی جگہ یہ اداروں میں نظر آتا ہے، کسی جگہ تعلیمی سطح پر اور کبھی کھیلوں میں بھی نظر آتا ہے۔ جبکہ صنفی مساوات سے مراد مردوں اور عورتوں کو برابر نمائندگی ہے۔ یعنی کسی بھی معاملے میں مردوں اور عورتوں کے ساتھ مساوی سلوک کرنا اور ان کو برابری کا درجہ دینا صنفی مساوات کہلاتا ہے۔[2] کسی بھی معاشرے کے استحکام اور اسے مضبوط تر بنانے کے لیے بنیادی حقوق کی فراہمی نہایت ضروری ہے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمگیر اعلامیے میں یہ واضح طور پر کہا گیا ہے کہ دنیا میں پیدا

ہونے والا ہر شخص برابر ہے۔ سب آزاد ہیں، کسی کے درمیان فرق نہیں اور سب کے ساتھ یکساں برتاؤ ہی کیا جانا چاہیے۔(۳) قدرت نے بھی سب کو یکساں صفات سے نوازا ہے چناں چہ جنس کی بنیاد پر تعصب برتنے کے بجائے مرد اور عورت کو یکساں دیکھنا چاہیے۔ انسانی حقوق کے عالمی قانون کے تحت مرد و زن کے لیے سماجی اور قانونی معاملات میں یکساں رویہ اختیار کرنے کا حق موجود ہے لیکن مختلف معاشروں میں صنفی مساوات سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ دنیا میں آبادی کے لحاظ سے مردوں کے مقابلے میں خواتین کی تعداد زیادہ ہے لیکن یہ امر قابلِ افسوس ہے کہ آج کے اس جدید دور میں بھی معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرنے والی خواتین سے جنس کی بنیاد پر دنیا بھر میں تعصب برتے جانے کا سلسلہ جاری ہے۔ صنفی امتیاز کو جنسی امتیاز بھی کہا جاتا ہے۔ عام طور پر مشاہدے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کرتے ہوئے ہر جگہ ان کو محدود مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل تک قانون میں صرف مردوں کا تحفظ شامل تھا نیز انیسویں صدی تک امریکہ جیسے ترقی یافتہ اور خود کو انصاف کا علمبردار کہنے والے ملک میں بھی اکثر خواتین شادی ہو جانے کے بعد اپنی جائیداد شوہر کے حوالے کر دیتی تھیں۔(۴) خواتین کو ووٹ ڈالنے، کام کرنے اور اپنی تعلیم جاری رکھنے کی اجازت آج بھی کئی ممالک میں حاصل نہیں ہے۔ زیادہ تر معاشرے خواتین کو دوسرا درجہ دیتے ہیں۔ ان پر مختلف قسم کی پابندیاں عائد ہوتی ہیں یہاں تک کہ ترقی یافتہ ممالک کے قوانین میں بھی صنفی امتیاز پایا جاتا ہے۔ خواتین کی کمائی مردوں کے مقابلے میں کم ہوتی ہے اور ان کو کم عزّت دی جاتی ہے۔ صنفی امتیاز پدرانہ معاشروں میں زیادہ عام ہیں۔ پدرانہ معاشروں سے مراد ایسا معاشرہ ہے جہاں مردوں کی اکثریت کو سماجی اور سیاسی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ ایسے معاشروں میں ہی سب سے زیادہ خواتین کے حقوق کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ صنفی بنیاد پر امتیاز کے اثرات معاشرے میں کام کرنے کی جگہوں پر زیادہ نظر آتے ہیں۔ خواتین کے ساتھ عدم مساوات کا سلوک کیا جاتا ہے اور انھیں ہراساں بھی کیا جاتا ہے۔ ایک عالمی تحقیقاتی سروے کے مطابق نہ صرف ترقی پذیر بلکہ ترقی یافتہ ممالک میں بھی کام کرنے والی خواتین کو عدم صنفی مساوات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہم منصب مرد کے مقابلے میں خاتون کارکن کو کم تنخواہ دی جاتی ہے۔(۵) جنیوا ورلڈ اکنامک فورم نے صنفی امتیاز کے بارے میں اپنی سالانہ رپورٹ میں کہا ہے کہ دنیا کے اکثر ممالک میں تعلیم اور صحت کے شعبوں میں خواتین کی ملازمت کی صورتحال بہتر ہونے کے باوجود دیگر شعبوں میں ملازمتوں اور تنخواہوں کے معاملے میں اب بھی خواتین کے ساتھ صنفی امتیاز برتا جاتا ہے۔(۶) یہ صورتحال ان ممالک میں بھی پائی جاتی ہے جہاں عام طور پر خواتین کے حصولِ تعلیم کی بھرپور حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

اٹھارویں صدی میں پہلی بار خواتین کو مساوی حقوق دینے کی کوشش کی گئی۔ اسی صدی میں پہلی بار مخلوط تعلیم یونی ورسٹی سطح پر متعارف کرائی گئی، ایک قانون منظور کیا گیا جس میں خواتین کو شادی کے بعد اپنی جائیداد اپنے پاس رکھنے کی اجازت دی گئی۔ اسی صدی میں پہلا خواتین حقوق کنونشن بھی منعقد کیا گیا۔ امریکہ میں ہونے والی خانہ جنگی کے دوران انسداد غلامی کے حامی کی طرف سے خواتین کے حقوق کی تحریک بھی چلائی گئی۔(۷) ۱۹۶۰ء تک خواتین کے خاتونِ خانہ کے روایتی

کردار کو مسترد کرنے، ان کو مساوی حقوق اور مواقع فراہم کرنے کی بڑھتی ہوئی مانگ نہیں تھی۔ ۱۹۶۳ء میں کانگریس نے مساوی تنخواہ کا ایک ایکٹ منظور کیا جو آجروں کو صنف کی بنیاد پر ملازمین کے ساتھ تعصب سے باز رکھتا ہے اور عزّت فراہم کرتا ہے۔ ۱۹۶۴ء میں سول رائٹ ایکٹ کا ٹائٹل ۷ وضع کیا گیا جس نے جنس کی بنیاد پر ملازمتوں میں امتیاز کرنے پر پابندی لگائی۔ خواتین کو صنفی امتیاز کے خلاف تحفّظ فراہم کیا گیا۔ Equal pay act اور ٹائٹل ۷ کے تحت ۱۹۷۲ء میں کانگریس نے Equal rights Amendment(ERA) پیش کیا اور اسٹیٹ میں اس کی منظوری دی۔(۸) خواتین کو معاشرے کا ایک نازک طبقہ تصور کیا جاتا ہے۔ مذہب اسلام کے مطابق مرد اور عورت برابر ہیں دونوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ اسلامی تہذیب کہتی ہے خواتین بھی مردوں کی طرح کام کر سکتی ہیں اسلام خواتین کو گھر سے باہر کام نہ کرنے کے لیے پابند نہیں کرتا لیکن اس بات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ گھر سے باہر کام کرنے کے بجائے ایک ماں بن کر قوم کو سنوارنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ اسلام خواتین کو معاشی ذمہ داریوں میں آزادی دیتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں ہم ایسی بے شمار خواتین کو تلاش کر سکتے ہیں جو اپنے علم اور کام کی وجہ سے عظیم ہیں اسلام مسلمان خواتین کی قوم کے لیے معاشی اور تعمیری کاموں میں حصّہ لینے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔(۹) ایک سیمینار میں مذہبی اسکالر ڈاکٹر رفعت حسین کا صنفی مساوات کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہنا تھا کہ اسلام مرد اور عورت کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔ قرآنی تعلیمات کہتی ہیں اللہ نے تمام انسانوں کو ایک جیسا بنایا ہے اور خواتین کے بھی مردوں کی طرح مساوی حقوق ہیں۔ ڈاکٹر رفعت حسین کا مزید کہنا تھا کہ قرآن، سنّت اور احادیث مبارکہ اسلام کے تین بنیادی ذرائع ہیں ان میں جو بیان کیا گیا ہے وہ قطعی اور مستند ہے جس پر سختی سے عمل درآمد کیا جانا چاہیے۔(۱۰)

جنس کے درمیان مساوی سلوک ایک بہت بڑا تنازعہ ہے۔ بیسویں صدی کے وسط سے اس میں کمی آئی ہے تاہم اب بھی یہ صنفی امتیاز کچھ حد تک کئی ممالک میں موجود ہے۔ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے۔ یہاں بھی خواتین، مردوں کے شانہ بشانہ عملی جدوجہد میں برابر کی شریک ہیں۔ مختلف مسائل کے سبب معاشی مشکلات کا شکار ہونے کی وجہ سے عورت گھر کی چار دیواری سے نکل کر ہر شعبہ ہائے زندگی میں آگے بڑھ کر اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں مصروف ہے لیکن اسے صنفی بنیاد پر میدانِ عمل میں مسائل درپیش رہتے ہیں۔ مردوں کے برابر کام کرنے کے باوجود ان کو مساوی معاوضہ نہیں دیا جاتا۔(۱۱) موجودہ دور میں پاکستانی گھرانوں کی اکثریت اپنی بیٹیوں کے مخلوط تعلیمی اداروں میں پڑھنے اور دفاتر میں مردوں کے ساتھ کام کرنے پر اعتراض نہیں کرتی لیکن اب بھی تخلیقی صلاحیتوں کی حامل مصنفہ، شاعرہ، مصورہ یا کھلاڑی کو ہمارے معاشرے میں صنفی امتیاز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔(۱۲) پاکستان میں خواتین کو مردوں کے مقابلے میں یکساں حقوق اور اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ ان کے لیے تعلیمی اور پیشہ ورانہ مواقع بھی محدود ہیں۔ خاندان سے باہر ان کی شادیاں نہیں کی جاتیں کیوں کہ جائیداد ہاتھ سے جانے کا خدشہ ہوتا ہے، خواتین کی اکثریت اپنی پراپرٹی شادی کے بعد شوہر کے حوالے کر دیتی ہے۔ کچھ خاندان ایسے بھی ہیں جہاں خواتین کو جائیداد میں کوئی حصّہ نہیں دیا جاتا۔ یہ تصوّر عام ہے کہ خواتین کا کام گھر میں رہ کر بچّے پیدا کرنا اور گھریلو کام کاج کرنا

ہے۔ پاکستان میں خواتین کے ساتھ صرف مالی طور پر امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا بلکہ وہ غیر انسانی رسم و رواج جیسے کاروکاری، قصاص اور قرآن پاک سے شادی جیسے رواجوں کا شکار ہیں اور ریاستی قانون کے مطابق نصف گواہ کے طور پر مانی جاتی ہیں۔ (عدالت میں خاتون کی نصف گواہی مانی جاتی ہے۔) دیہی علاقوں کی بات کی جائے تو یہاں خواتین تابع غلاموں کی طرح ہیں ان کا کام والد، بھائی اور شوہر کی اطاعت کرنا اور ان کا حکم ماننا ہے۔ ان کو کسی معاملے میں فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں کیوں کہ سماجی اور ثقافتی اقدار کے مطابق انھیں بے وقوف مخلوق تصور کیا جاتا ہے۔[۱۳] پاکستان میں خواتین کی اکثریت کو ان کی مرضی سے شادی کرنے کا حق حاصل نہیں۔ بچپن ہی سے لڑکیوں پر گھریلو تشدّد کا آغاز کر دیا جاتا ہے تشدد کی مختلف شکلیں اختیار کی جاتی ہیں جس میں گھریلو بدسلوکی، ریپ، غیرت کے نام پر قتل، شخصیت کو مسخ کرنا، جلانا، تیزاب سے چہرے کو بگاڑنا اور مار پیٹ وغیرہ شامل ہیں۔ ان کو لڑکوں کی طرح کھیل کود کرنے کی اجازت بھی نہیں دی جاتی۔ خواتین گھروں میں بچّوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں، گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہیں، کھانا پکاتی ہیں، کپڑے دھوتی ہیں اور دوسرے بہت سے گھریلو قسم کے کاموں میں مصروف رہتی ہیں لیکن ہمارا معاشرہ خواتین کو کوئی صِلہ یا معاوضہ نہیں دیتا بلکہ ہماری ثقافت اور سماج خواتین کے اس عمل کو اپنا حق سمجھ کر وصول کرتا ہے۔ پاکستان میں خواتین کی رسائی جائیداد اور تعلیمی ترقّی وغیرہ میں مردوں کے مقابلے میں کافی کم ہے۔[۱۴]

صنفی امتیاز کا معاشی پہلو بھی اہمیت رکھتا ہے۔ براعظم ایشیا میں خواتین کی تعلیم کی حوصلہ افزائی تو کی جاتی ہے، خواتین مختلف کورسز بھی کرتی ہیں لیکن فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود ان کو کمانے کی اجازت نہیں دی جاتی جس کے باعث وہ معاشی سرگرمیوں میں حصّہ نہیں لے پاتیں اور ان کی پیشہ ورانہ تعلیم ضائع ہو جاتی ہے۔ میڈیکل کی مثال ہی سامنے ہے جب میڈیکل کالجز میں داخلے شروع ہوتے ہیں تو لڑکیاں اپنی قابلیت کی بنا پر میرٹ پر داخلہ حاصل تو کر لیتی ہیں لیکن ایم۔بی۔ایس کرنے کے بعد ۶۰ فیصد لڑکیاں سماجی رکاوٹوں کے باعث ہاؤس جاب نہیں کر پاتیں۔ تعلیم، سماج میں مقام، آزادئ رائے، کام کی تقسیم، خاندان میں اضافہ یا کوئی بھی فیصلہ کرنا ہو کسی بھی معاملے میں عورت کی رائے کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ پاکستان کا آئین خواتین کے حقوق کی ضمانت دیتا ہے لیکن تاریخ سے ثابت ہے کہ خواتین کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا اور نہ ہی ان کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے۔ پاکستان میں خواتین کا درجہ کلاس، علاقے، شہری و دیہی زندگی کے لحاظ سے تقسیم ہے۔ خواتین کے زندگی گزارنے کے طریقے پر سماجی، معاشی اور قبیلہ و جاگیردارانہ نظام بہت اثر انداز ہوتا ہے ایک طرف تو خواتین فضا میں جہاز اڑا رہی ہیں اور دوسری طرف روایتی قبیلوں میں مزاحمت پر انھیں زندہ دفن کیا جا رہا ہے۔ شرح خواندگی میں بہتری آنے کے باوجود اب بھی پاکستانی خواتین کی تعلیمی حیثیت دنیا میں کافی کم ہے۔ دیہی علاقوں میں رہنے والی خواتین میں خواندگی کی شرح مزید کم ہے۔ دیہی خواتین مرد کے تعصّب، جاگیردارانہ ذہنیت، غیر قانونی رسم و رواج اور سماجی و ثقافتی تفریق کا نشانہ بنتی ہیں اور اس کو فخر کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ کئی بنیادی حقوق خواتین کے لیے اب بھی ممنوع ہیں۔ ورلڈ اکنامک سروے کے مطابق ۲۰۰۷ء میں کی جانے والی صنفی تفریق کے حوالے سے دنیا بھر کے ممالک کی درجہ بندی میں

پاکستان ۱۳ درجے مزید گر گیا ہے۔ اس سروے کے مطابق جنوبی ایشیا میں سب سے بہتر پوزیشن سری لنکا کی ہے اور اس کے بعد انڈیا کی ہے۔ اس درجہ بندی سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان میں مردوں کی بہ نسبت خواتین کی ذرائع اور مواقع تک رسائی کم سے کم ہوتی جا رہی ہے۔[۱۵] صنفی تفریق پر ورلڈ اکنامک فورم کی سالانہ رپورٹ ۲۰۱۹ء میں دنیا کے ۱۵۳ ممالک میں پاکستان کا نمبر ۱۵۱ ہے۔[۱۶] خواتین کی سیاسی عمل میں شرکت کی بات کی جائے تو عام طور پر خواتین کے سیاسی عمل میں حصّہ لینے کو قبول کیا جاتا ہے لیکن خواتین کو ووٹ دینے کے آئینی حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ ملک کے کچھ حصّوں میں خواتین کو ووٹ ڈالنے کے انتخاب میں آزادی حاصل نہیں وہ مردوں کی خواہش کے مطابق ووٹ ڈالتی ہیں۔ فروری ۲۰۰۸ء میں ہونے والے عام انتخابات میں صوبہ سرحد کے قبائلی علاقہ جات میں خواتین کو ووٹ ڈالنے سے روکا گیا۔[۱۷] شمالی وزیرستان کے علاقے میں بھی خواتین کو مجبور کیا گیا کہ وہ انتخابات والے دن گھروں میں رہیں اور ووٹ نہ ڈالیں۔ ضلع لوئر دیر میں خواتین ووٹروں کی تعداد ۱۴۲،۵۳،۰۷۷ ہونے کے باوجود کسی بھی عورت نے اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہوئے ووٹ نہیں ڈالا۔[۱۸] خواتین کے ووٹ کاسٹ نہ کرنے کے بارے میں ایک غیر سیاسی تنظیم کی نمائندہ خاتون یژب نذیر بی بی کا کہنا ہے کہ ہمارے معاشرے میں خواتین کو ہانڈی چولہا سنبھالنے تک محدود کر دیا گیا ہے۔ دیہی علاقوں کی خواتین میں خواندگی کی شرح نہ ہونے کے برابر ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں خواتین کو بیوقوف بنا کر آسانی کے ساتھ سیاسی پارٹیاں ان کا ووٹ اپنے حق میں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔[۱۹] ایک ایسے ملک میں جہاں وزارتِ عظمیٰ، اسپیکر قومی اسمبلی اور سینیٹ کے ڈپٹی چیئرمین کے عہدوں پر ایک سے زائد مرتبہ خواتین منتخب ہو چکی ہیں ایک عام عورت اپنے جمہوری حق کے استعمال سے قاصر نظر آئے تو اسے افسوس ناک ہی کہا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا معاشرہ اس ضمن میں دوغلے پن اور تضادات کا شکار ہے، دنیا کو دکھانے کے لیے ہم خواتین کے حقوق کا نعرہ تو لگاتے ہیں مگر موقع ملنے پر اس کی نفی کرنے سے نہیں چوکتے۔[۲۰]

اسکول ایک اہم سماجی ادارہ اور رسمی تعلیم کا موثر ذریعہ ہے۔ بچے کی شخصیت کو بنانے اور سنوارنے میں اسکول کا کردار کافی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اسکول میں مختلف کتابوں میں موجود مواد کے ذریعے طلبہ کو تعلیم دی جاتی ہے، ان کی تربیت کی جاتی ہے تاکہ وہ معاشرے میں مطابقت حاصل کر سکیں اور باعزت، کامیاب شہری کے طور پر اپنی زندگی گزار سکیں۔[۲۱] تعلیم کے عمل میں درسی کتب نہایت اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ نصاب کو طلبہ تک پہنچانے اور مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں جہاں تدریسی اعانات وسیع پیمانے پر موجود نہیں، درسی کتب اساتذہ اور طلبہ کے لیے سستا اور قابل رسائی ذریعہ ہیں۔ درسی کتب کے ذریعے قومی و ثقافتی ورثہ نئی نسل تک منتقل ہوتا ہے نیز ان ہی کے ذریعے طلبہ مختلف چیزوں کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں۔[۲۲] Wesley کا کہنا ہے:

> درسی کتب تعلیم کا معیار مقرر کرتی ہیں اور ان ہی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا معیار تعلیم کیسا ہے۔[۲۳]

درسی کتب میں موجود صنفی کردار طلبہ کے لیے اہمیت رکھتے ہیں کیوں کہ ان کرداروں کے پس منظر میں وہ اپنی روز مرہ زندگی کو دیکھتے ہیں اور یہ کردار ان پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ صنفی کردار دراصل مرد اور عورت کو سماج کی طرف سے دیے جانے والے کردار ہیں جو مختلف معاشروں اور ثقافتوں میں سماجی، معاشی، لسانی، ذات پات اور فرقہ کی بنیاد پر مختلف ہوتے ہیں۔ یہ کردار قدرتی طور پر ودیعت کردہ نہیں ہوتے بلکہ معاشرے کی جانب سے دیے گئے ہوتے ہیں اور ان ہی کی بنا پر ہمارا کردار معاشرے میں متعین ہوتا ہے۔ دنیا بھر میں مجموعی طور پر معاشرے صنفی تعصب کا شکار ہیں، مرد اور عورت کو برابری کا درجہ نہیں دیا جاتا بلکہ ان کے درمیان فرق روا رکھا جاتا ہے۔ یہ امتیاز نہ صرف سندھ بلکہ پاکستان کے دیگر صوبوں کے نصاب کے ہر درجے میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہ ایک طویل موضوع ہے جس کے لیے تحقیق کے دائرے کو بہت وسعت درکار ہے۔ راقمہ نے اپنی تحقیق کو فی الحال صوبہ سندھ کے سرکاری اسکولوں میں ثانوی سطح پر پڑھائی جانے والی اردو کی کتابوں تک محدود کیا ہے۔ اردو پاکستان کی قومی زبان ہے جو تمام صوبوں میں ابتدائی سطح سے لے کر ڈگری کی سطح تک لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے لہٰذا اردو کے نصاب کی بڑی اہمیت ہے۔ صوبہ سندھ میں ثانوی سطح پر پڑھائی جانے والی اردو کی درسی کتابوں میں صنفی امتیاز کو کرداروں، پیشوں، ادبی اصناف، مصنّفین، تاریخی و نامور شخصیات، شعراء، درسی کتب مرتب کرنے والے افراد اور شخصیت میں موجود خوبیوں کے لحاظ سے جانچا گیا۔ مواد کا تجزیہ کر کے جو تعداد حاصل ہوئی اس کا فیصد نکال کے نتائج ظاہر کیے گئے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ اردو کی درسی کتابوں میں مرد مصنّفین کی نمائندگی ۶۷ فیصد ہے جبکہ خواتین مصنّفین کی نمائندگی ۳۳ فیصد ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو کی درسی کتابوں میں بلحاظ مصنّفین صنفی امتیاز موجود ہے۔

۲۔ اردو کی درسی کتابوں میں تاریخی اور نامور شخصیات پر جو مضامین شامل کیے گئے ہیں ان میں مرد حضرات کا تناسب ۹۲ فیصد جبکہ خواتین کا تناسب صرف ۸ فیصد ہے۔ درسی کتب میں موجود اسباق کے موضوعات میں تاریخی اعتبار سے مشہور صرف چار خواتین شاملِ نصاب ہیں۔

۳۔ درجہ دہم کی اردو کی درسی کتاب میں تمام ادبی اصناف مرد مصنّفین کی شامل کی گئی ہیں۔ کسی بھی مصنفہ کی ادبی تصنیف کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔

۴۔ اردو کی درسی کتابوں میں تمام مرد شعراء کا کلام شامل ہے۔ کسی بھی شاعرہ کا کلام شاملِ نصاب نہیں، صرف درجہ ہفتم کی کتاب میں حضرت صفیہؓ کے لیے بتایا گیا ہے کہ وہ اعلیٰ درجے کی شاعرہ تھیں۔ ان کے لکھے ہوئے مرثیے کے چند اشعار بھی شاملِ سبق ہیں۔

۵۔ اردو کی درسی کتابوں میں مردوں کو جن پیشوں سے وابستہ دکھایا گیا ہے ان کا تناسب ۸۷ فیصد جبکہ خواتین سے وابستہ پیشوں کا تناسب صرف ۱۳ فیصد ہے۔ خواتین کو صرف چار پیشوں سے منسلک دکھایا گیا ہے۔

۶۔ اردو کی درسی کتابوں میں مردوں کے جو کردار شامل کیے گئے ہیں ان کا تناسب ۶۹ فیصد جبکہ خواتین کے کرداروں کا تناسب ۳۱ فیصد ہے۔ معاشرے میں مرد کی حیثیت کو زیادہ نمایاں کیا گیا ہے۔

۷۔ اردو کی درسی کتابوں میں شخصیت کی جو خوبیاں بیان کی گئی ہیں ان میں مردوں کی شخصیت میں پائی جانے والی خوبیوں کا تناسب ۷۵ فیصد جبکہ خواتین کی شخصیت میں موجود خوبیوں کا تناسب ۲۵ فیصد ہے۔ مردوں کی شخصیت میں موجود خوبیوں کو زیادہ اجاگر کیا گیا ہے۔

۸۔ اردو کی درسی کتابوں کی تیاری اور اشاعت میں مرد حضرات کی نمائندگی ۱۰۰ فیصد ہے۔ کسی بھی خاتون کو نمائندگی نہیں دی گئی ہے۔

۹۔ جماعت ہفتم اور ہشتم کی اردو کی درسی کتاب میں مشہور اور تاریخی شخصیات کے اقوالِ زرّیں شامل کیے گئے ہیں جن کی کل تعداد ۲۳ ہے۔ یہ تمام اقوالِ زرّیں مرد حضرات کے ہیں کسی بھی خاتون کے اقوال نصاب میں شامل نہیں کیے گئے ہیں۔

۱۰۔ اردو کی درسی کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ لڑکیوں کو انڈور یعنی گھر یا چار دیواری میں کھیلے جانے والے کھیل جیسے گڑیوں سے کھیلتے دکھایا گیا ہے جبکہ لڑکے آؤٹ ڈور یعنی گھر سے باہر کھیلے جانے والے کھیل کھیلتے ہیں جیسے ہاکی وغیرہ۔ مثالیں درج ذیل ہیں۔

عطیہ، سعدیہ، رعنا، عائشہ اور غزالہ سب آواز سے آواز ملا کر گا رہی تھیں۔ ''میری گڑیا کا دیکھو خیال رکھنا، پیاری گڑیا کا دیکھو خیال رکھنا۔'' (۲۴)

ہاکی کے کھیل میں پاکستان سے بے شمار، بے مثل اور نامور کھلاڑی ابھرے۔ چند ایک نام خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ نصیر بندہ، اصلاح الدین، سلیم شیروانی، سمیع اللہ، حسن سردار، شہناز شیخ، حنیف خان وغیرہ۔ (۲۵)

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ کے تحت ثانوی سطح پر پڑھائی جانے والی اردو کی درسی کتب کا آغا خان بورڈ اور پنجاب کری کیولم کے تحت ثانوی سطح پر پڑھائی جانے والی اردو کی درسی کتب سے موازنہ بھی کیا گیا جس کے نتیجے میں مندرجہ ذیل باتیں سامنے آئیں۔

☆ آغا خان بورڈ کی جماعت نہم اور دہم کی اردو کی درسی کتاب میں مصنّفین، ادباء اور شعراء تمام مرد حضرات ہیں یعنی کتاب میں جو مضامین، طنز و مزاح، سفرنامہ اور غزلیں شامل کی گئی ہیں وہ سب مرد حضرات کی تخلیق کردہ ہیں لیکن مولفین کی فہرست میں تمام نام خواتین کے شامل ہیں۔

☆ پنجاب کری کیولم اتھارٹی کی منظور کردہ جماعت ہفتم کی اردو کی درسی کتاب میں ''تحریکِ پاکستان میں خواتین کا کردار'' کے عنوان سے ایک سبق شامل ہے جبکہ اس کتاب کے مصنّفین کی فہرست میں بھی ایک خاتون کا نام شامل ہے۔

☆ پنجاب کری کیولم اتھارٹی کی منظور کردہ جماعت ہشتم کی اردو کی درسی کتاب میں ''خواتین کا مقام اور ان کے

حقوق'' اور ''گرلز گائیڈ'' کے عنوان سے دو اسباق شامل ہیں نیز مصنّفین اور مدیران کی فہرست میں ایک ایک خاتون کا نام شامل ہے اس کے ساتھ ریویو کمیٹی کے اراکین میں بھی ایک خاتون کا نام شامل ہے۔

زیرِ نظر تحقیق کے مجموعی نتائج کی روشنی میں یہ بات واضح طور پر کہی جا سکتی ہے کہ صوبہ سندھ کے سرکاری اسکولوں میں ثانوی سطح پر پڑھائی جانے والی اردو کی درسی کتابوں میں صنفی امتیاز موجود ہے اور یہ امتیاز طلبہ پر منفی اثرات مرتّب کر رہا ہے۔لڑکیاں اپنے آپ کو لڑکوں کے مقابلے میں کم تر اور لڑکے اپنے آپ کو برتر سمجھتے ہیں۔لڑکوں کے ذہن میں یہ بات رہتی ہے کہ تمام اہم کاموں کی ذمّہ داری ان کے کاندھے پر ہے اور معاشرے میں انھیں نمایاں حیثیت حاصل ہے جبکہ لڑکیاں احساسِ کمتری کا شکار ہوتی ہیں، وہ سوچتی ہیں کہ وہ صرف گھریلو کام ہی انجام دے سکتی ہیں اور معاشرے میں کوئی نمایاں کارنامہ پیش نہیں کر سکتیں۔

اردو کی درسی کتابوں میں موجود صنفی امتیاز کو ختم کرنے کے لیے محققہ کی جانب سے کچھ سفارشات پیش کی جا رہی ہیں جن پر عمل درآمد کر کے اردو کی درسی کتابوں میں موجود صنفی امتیاز کو ختم یا کسی حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ صنفی حوالوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے صوبہ سندھ کے سرکاری اسکولوں میں ثانوی سطح پر پڑھائی جانے والی اردو کی درسی کتابوں کو از سرِ نو مرتّب کیا جائے۔

۲۔ اردو کی درسی کتابوں کے نصاب کو جدید خطوط پر استوار کیا جائے۔

۳۔ اردو کی درسی کتابوں کو مرتّب کرنے اور تیاری کے عمل کی نگرانی میں خواتین ماہرین کی شمولیت کو بھی یقینی بنایا جائے۔

۴۔ درجہ دہم کی اردو کی درسی کتاب میں خواتین مصنّفین کی تحریر کردہ کہانیاں،مضامین اور ڈرامے بھی شامل کیے جائیں۔

۵۔ ثانوی سطح کی اردو کی درسی کتابوں میں تاریخی اور مشہور خواتین پر مبنی اسباق کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔

۶۔ اردو کی درسی کتابوں میں خواتین اور مرد شعراء کا کلام اور نظمیں مساوی تعداد میں شامل کی جائیں۔

۷۔ اردو کی درسی کتابوں کے اسباق میں لڑکی اور لڑکا دونوں کے کرداروں کو برابری کی بنیاد پر جگہ دی جائے۔

۸۔ مشہور خواتین کے تاریخی اقوال اردو کی درسی کتابوں میں شامل کیے جائیں۔

۹۔ اردو کی درسی کتابوں کے اسباق میں خواتین کو روزمرّہ پیشوں سے منسلک دکھایا جائے۔

۱۰۔ موجودہ دور میں خواتین کی ترقی سے متعلق باتیں اسباق میں شامل کی جائیں نیز نامور خواتین کو بھی اسباق کا حصّہ بنایا جائے۔

۱۱۔ خانگی اور معاشی مسائل سے نمٹنے کے لیے لڑکیوں کے باہمت کردار کہانیوں کی صورت میں پیش کیے جائیں۔

حواشی

(۱) *Gender dictionary definition*، https://www.yourdictionary.com (مؤرّخہ ۱۷/جون ۲۰۲۰ء، بوقت ۰۰:۴، دن)

(۲) *Gender Bias*، Sociology.iresearchnet.com (مؤرخہ ۱۹/جون ۲۰۲۰ء، بوقت ۰۰:۱، رات)

(۳) *Gender Discrimination*، dictionary.cambridge.org (مؤرخہ ۱۶/ستمبر ۲۰۲۰ء، بوقت ۲۰:۲، دن)

(۴) *What are the Roots of Gender Inequality?*، www.newswise.com (یکم جون ۲۰۱۲ء، مؤرخہ ۲/مئی ۲۰۲۰ء: بوقت ۴۰:۳، دن)

(۵) Cailin S. Stamarski and Leanne S. Son Hing, *Gender inequalities in the work place* www.frontiersin.org (مؤرخہ ۲۱/ستمبر ۲۰۲۰ء، بوقت ۲۰:۸، رات)

(۶) *The Global Gender Gap Report 2013*، reports.weforum.org، (۲/اکتوبر ۲۰۱۳ء، مؤرخہ ۲۱/ستمبر ۲۰۲۰ء، بوقت ۱۰:۲، دن)

(۷) *Women law and Society*، عمل کی راہیں، شرکت گاہ وومین ریسورس سینٹر، ۲۰۰۹ء (مورخہ ۱۵/مئی ۲۰۲۰ء، بوقت ۲۰:۹، رات)

(۸) Columbia business school, *Gender bias in science, technology, engineering and maths field in America*, www.sciencedaily.com، (۱۰/اکتوبر ۲۰۱۴ء، مؤرخہ ۳/جنوری ۲۰۲۰ء، بوقت ۵۰:۹، رات)

(۹) قرۃ العین اختر، صنفی امتیاز، http://www.tajzia.com/articles، (۲۵/نومبر ۲۰۱۰ء، مؤرخہ ۲/فروری ۲۰۲۰ء، بوقت ۰۰:۱۱، رات)

(۱۰) ایضاً۔

(۱۱) Essay by Heathbarl, *Gender discrimination in society and the work place*, www.writework.com، (۲۴/نومبر ۲۰۱۰ء، مورخہ: ۳، جنوری ۲۰۲۰ء، بوقت ۱۵:۴، دن)

(۱۲) قاسم این، صنفی امتیاز، http://www.nawaiwaqt.com.pk، (۲۳/اکتوبر ۲۰۱۴ء، مؤرخہ ۲۲/اگست ۲۰۲۰ء، بوقت ۳۷:۱۱، رات)

(۱۳) صدف زہرہ، پاکستان میں خواتین معاشرتی و معاشی امتیاز کا شکار، http://www.maxist.com ۲۰۰۵)ء، مورخہ ۲۵/مارچ ۲۰۲۰ء، بوقت ۰۰:۱۰، رات)

(۱۴) ایضاً

(۱۵) *World Economic and Social Survey 2007*، www.un.org، (یکم جولائی ۲۰۰۷ء، مؤرخہ ۱۲/جنوری ۲۰۲۰ء، بوقت ۲۰:۹، رات)

(۱۶) *Annual Report 2018-2019*، www.weforum.org، (۱۰/ستمبر ۲۰۱۹ء، مؤرخہ ۱۴/جنوری ۲۰۲۰ء، بوقت ۳۲:۲، دن)

(۱۷) http://www.Isb.sdnpk.org/news، (۱۹ / جون ۲۰۱۳ء، مورخہ: ۳، جنوری ۲۰۲۰ء: بوقت ۲:۴۲، دن)

(۱۸) ایضاً

(۱۹) پاکستان میں صنفی امتیاز اور خواتین کا کردار، http://www.academia.edu (مورخہ: ۴، مارچ ۲۰۲۰ء، بوقت ۴:۵۰، دن)

(۲۰) زیڈ مفتی، *Our Society*، Halat-e-Hazra، www.urduweb.org/ (۴ / جنوری ۲۰۲۰ء، بوقت ۱۰:۱۶، رات)

(۲۱) سیّد ساجد حسین، نصاب اور تدریس، (کراچی: اقرا پبلشرز، ۲۰۰۷ء)، ص ۵۹۱

(۲۲) ایضاً

(۲۳) ایضاً، ص ۵۹۲

(۲۴) اردو کی چھٹی کتاب، (جام شورو: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، ۲۰۱۴ء)، ص ۶۳

(۲۵) اردو کی ساتویں کتاب، (جام شورو: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، ۲۰۱۳ء)، ص ۶۷-۶۶

مآخذ

(۱) اردو کی چھٹی کتاب، جام شورو: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، ۲۰۱۴ء

(۲) اردو کی ساتویں کتاب، ______، ۲۰۱۳ء

(۳) اردو کی آٹھویں کتاب، ______، ۲۰۱۲ء

(۴) ______، ______، ۲۰۲۰ء

(۵) اردو لازمی نویں اور دسویں جماعتوں کے لیے، ______، ۲۰۱۳ء

(۶) ______، ______، ۲۰۱۸ء

(۷) آسان اردو چھٹی جماعت کے لیے، ______، ۲۰۲۰ء

(۸) ______، ______، ۲۰۲۰ء

(۹) آسان اردو نویں اور دسویں جماعتوں کے لیے، ______، ______

(۱۰) ساجد حسین، سیّد، پاکستان کا تعلیمی تناظر، کراچی: رہبر پبلشرز، ۲۰۰۰ء

(۱۱) ______، نصاب اور تدریس، کراچی: اقرا پبلشرز، ۲۰۰۷ء

ویب گاہ

1. http://www.tajzia.com
2. https://www.yourdictionary.com
3. Sociology.iresearchnet.com
4. dictionary.cambridge.org
5. www.newswise.com
6. www.frontiersin.org
7. reports.weforum.org

8. www.sciencedaily.com
9. http://www.tajzia.com/articles
10. www.writework.com
11. http://www.nawaiwaqt.com.pk
12. http://www.maxist.com
13. www.un.org
14. www.weforum.org
15. http://www.Isb.sdnpk.org/news
16. http://www.academia.edu
17. www.urduweb.org